Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
ایڈیٹر: نسیم سیفی
فون ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
جلد ۷۵-۴۰ | منگل ۱۸ جمادی الثانی ۱۴۱۰ھ ۱۶ صلح ۱۳۶۹ ہش ۱۶ جنوری ۱۹۹۰ء | نمبر ۱۴

بہت ہی اہم بات

"بہت ہی اہم بات ہے کہ ہم اپنے بچوں کو شروع ہی سے نرمی سے بھی اور سختی سے بھی سچ پر قائم کریں اور کسی قیمت پر بھی ان کے جھوٹے مذاق کو بھی برداشت نہ کریں۔ یہ کام اگر ہم کر لیں تو باقی مراحل جو ہیں، قوم کیلئے بہت ہی آسان ہو جائیں گے"۔

(ارشاد سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء)

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"خدا تعالیٰ کی راہ میں جب تک انسان بہت سی مشکلات اور امتحانات میں پورا نہ اترے وہ کامیابی کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی لئے فرمایا...... کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ محض اتنی ہی بات پر راضی ہو جاوے کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور وہ آزمائے نہ جاویں ایسے لوگ جو اتنی بات پر اپنی کامیابی سمجھتے ہیں وہ یاد رکھیں انہیں کے لئے دوسری جگہ آیا ہے .... یعنی تم یہ نہ کہو کہ ایماندار ہو گئے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا ہے اور اطاعت اختیار کر لی ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کامل ایماندار بننے کے لئے مجاہدات کی ضرورت ہے اور مختلف ابتلاؤں اور امتحانوں سے ہو کر نکلنا پڑتا ہے"۔

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آرے شود ولیک بخونِ جگر شود

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۲۴)

"اگر کسی نے ایک بار میرے ساتھ عہد دوستی باندھا ہو تو مجھے اس قدر اس کی رعایت ہوتی ہے کہ اگر اس نے شراب پی ہوئی ہو تو بھی ہیں بلا خوف لومۃ لائم اسے اٹھا لاؤں گا۔ یعنی جب تک وہ خود ترک نہ کرے ہم خود نہ چھوڑیں گے۔ پس اگر کوئی اپنے بھائیوں کو ترک کرے گا۔ وہ سخت گنہگار ہوگا"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۲۷)

"دعائیں کرتے رہو۔ بجز اس کے انسان مکر اللہ سے بچ نہیں سکتا۔ مگر دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا"۔

(ملفوظات جلد ہفتم صـ۲۷)

○ عزیزہ مکرمہ مریم فاروقی صاحبہ بنت مکرم افتخار احمد فاروقی صاحب ۴۲۔ علاؤالدین روڈ لاہور کینٹ کا نکاح ہمراہ عزیز مکرم عارف جلیل احمد چوہدری صاحب ابن مکرم چوہدری امین احمد صاحب گلبرگ لاہور بعوض مبلغ ایک لاکھ روپیہ حق مہر مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۸۹ء دارالذکر لاہور میں مکرم مقصود احمد باجوہ صاحب مربی سلسلہ نے قبل از نماز جمعہ پڑھا۔

○ مکرم نسیم احمد صاحب طاہر دارالرحمت وسطی ربوہ کے بیٹے عزیز عامر احمد صاحب پاشا حال مقیم مغربی جرمنی کا نکاح عزیزہ امۃ القدوس ندرت صاحبہ کے ساتھ ۳۰،۰۰۰ روپے حق مہر پر بیت النصرت دستگیر کالونی کراچی میں مکرم صغیر احمد صاحب جیمہ نے جمعہ ۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کو پڑھایا۔ عزیزہ امۃ القدوس ندرت صاحبہ مکرم چوہدری عبدالغنی صاحب پریذیڈنٹ حلقہ دستگیر کی بیٹی اور مکرم بابو محمد بخش صاحب دارالنصر کی پوتی ہیں۔

احباب کرام سے ان رشتوں کے ہر لحاظ سے مبارک اور مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

چل رہی ہے نسیم رحمت کی
جو دعا کیجئے قبول ہے آج

قبولیت دعا کیلئے عملی تائید ضروری ہے

ارشادات سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"بسا اوقات دعا کرنے والے کا عمل انسان کی دعاؤں کا مددگار بنتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں مستجاب الدعوات ہے، ٹھیک ہے اس سے دعا کی درخواست کرو، اس درخواست میں ہی مفہوم پیش نظر آتا ہے ورنہ دعا تو ہر ایک انسان کرتا ہے اور بعض دفعہ بدوں کی دعا بھی سنی جاتی ہے، اس سے کوئی انکار نہیں لیکن جس کا عمل مستقل طور پر دعا کی مدد کر رہا ہے وہ اس کو طاقت بہم پہنچا رہا ہے اس کی دعا واقعۃً عرش تک پہنچ رہی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ جس کے لئے دعا کی جاتی ہے اس کا عمل بھی ضروری ہوتا ہے۔ اگر وہ ان نیکیوں سے بے پرواہ ہے جن نیکیوں کے لئے اس کی خاطر دعا کی جاتی ہے۔ تو اس کے حق میں قبول نہیں کی جاتی۔ اس مسئلہ کو نہ سمجھنے کے نتیجہ میں بعض لوگوں نے بعض حدیثوں کے مفہوم کو سمجھا نہیں اور غلط اعتراضات پیدا ہوئے۔ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اشخاص کی ہدایت کی دعا خاص طور پر اپنے رب سے کی تھی۔ ایک وہ جو ابوجہل کے نام سے مشہور ہوا اور ایک ان میں سے عمر رضی اللہ عنہ تھے، عمرؓ کے حق میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی، اور بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ ابوجہل کے حق میں مقبول نہیں ہوئی اور گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا نامقبول ہوئی۔ آپ کی دعا نامقبول نہیں ہوئی۔ یہ کلمہ گستاخی کا ہے۔ بلکہ ابوجہل کا عمل نامقبول تھا اور اس عمل کی نامقبولیت تھی جو اس صورت میں ظاہر ہوئی کہ وہ جاہل کا جاہل مر گیا بلکہ ابوجہل ہو کے مرا، اس لئے جس کے حق میں دعا کی جاتی ہے اس کے عمل کی صداقت اس کی سچائی دعا کرنیوالے کی دعاؤں کی مدد کر رہی ہوتی ہے"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ جون ۱۹۸۶ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: —— آغا سیف اللہ ، پرنٹر: —— قاضی منیر احمد
مطبع: —— ضیاء الاسلام پریس ۔ ربوہ
مقامِ اشاعت: —— دارالنصر غربی ربوہ ، قیمت: —— ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۶ ، صلح ۱۳۶۹ ہش ۱۶ ، جنوری ۱۹۹۰ء

لالچ اور ناجائز وسائل

دنیا کی بیشتر برائیاں لالچ سے پیدا ہوتی ہیں ۔ انسانی خواہشات کا تو کوئی شمار ہی نہیں ۔ نہ ان کی کوئی حد ہے ۔ اور خواہشات کو پورا کرنا اور ان کے پورا ہونے پر اصرار کرنا — اور ہر حالت میں پورا کرنے کی کوشش کرنا — اس سے لالچ پیدا ہوتا ہے اور یہی وہ لالچ ہے جس سے برائیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ بڑا عہدہ چاہیئے ۔ بڑی رقم چاہیئے ۔ بڑی زمین چاہیئے ، یہ چاہیئے اور وہ چاہیئے ۔

یہ تو سب جانتے ہیں کہ رشوت کا بازار گرم ہی لالچ کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ کبھی اپنے دل میں لالچ اور کبھی بیوی بچّوں کے دل میں لالچ ۔ کبھی اپنا مختلف اور متعدّد چیزوں کو جی چاہتا ہے ۔ کبھی بیوی بچّوں کا ، اور اصرار یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہونا چاہیئے ، اس ہونا چاہیئے کو آپ لالچ کہہ سکتے ہیں اور اس ہونا چاہیئے کے لئے ناجائز وسائل جو استعمال کئے جاتے ہیں انہیں برائیاں ۔

اگر انسان قانع ہو جائے تو لالچ پیدا نہیں ہو سکتا ۔ اور لالچ سے دامن بچائے تو برائیاں بھی پاس نہیں آ سکتیں ۔ لیکن کیا قانع ہو کر انسان آگے بڑھنے ۔ ترقّی کرنے اور مزید کچھ حاصل کرنے سے احتراز کر لے ۔ ہرگز نہیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ چیزوں کی خواہش بری بات ہے اور نہ ان کا حصول ۔ بری بات تو یہ ہے ۔ کہ ضرورت سے زیادہ چیزوں کی خواہش دل میں پیدا ہو اور ان کے حصول کے لئے ناجائز وسائل اختیار کئے جائیں ۔ اگر دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہو اور اس کے حصول کے وسائل موجود نہ ہوں تو خیال ترک کر دیا جائے ۔ اس طرح کی خواہش کو نہ لالچ کہا جائے گا ۔ اور نہ اس کے حصول کے لئے کوئی برائی کا وسیلہ تلاش کیا جائے گا ۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں

”دنیا عجیب مشکلات کا گھر ہے ۔ بیوی بچّوں کے نہ ہونے سے بھی غم ہوتا ہے اور اگر ہوں تب بھی مشکلات پیدا ہوتے ہیں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے بعض نادان انسان عجیب عجیب مشکلات میں مبتلاء ہوتے ہیں اور صراطِ مستقیم سے ہٹ کر ان کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے مال بہم پہنچاتے ہیں اور پھر اور مشکلات میں پھنستے ہیں ...... انسان دو طرح ہی خوش ہو سکتا ہے یا تو حصول مراد کے ساتھ یا ترک مراد کے ساتھ اور ان میں سے سہل طریق ترک مراد کا ہے ۔ اصل بات یہ ہے کہ سب کی زندگی تلخ ہے بجز اس کے جو اس دنیا کے علاقوں سے الگ ہے ۔“

دنیا کے علاقوں سے الگ ہونے کا اصل مفہوم یہ ہے کہ انسان ضروریات کو کم رکھے ۔ حرص نہ کرے ۔ خواہشات کے حصول کیلئے ناجائز وسائل استعمال نہ کرے ۔

یہ عجیب سا چلن ہے ، یہ چلن نہ چل سکے گا
جو نہ خود بدل سکا ہے ، وہ کسے بدل سکے گا
یہ تضاد کی فضا ہے کہ زباں سے دل جدا ہے
جو یہاں پھسل گیا ہے ۔ وہ کہاں سنبھل سکے گا

—— ابوالاقبال

کبھی بتکدے کو دیکھا تو کبھی حرم کو دیکھا
نہ خدا خدا کو پایا نہ صنم صنم کو دیکھا

مجھے کیا خبر ہے کیا ہیں یہ ترے بہشت و دوزخ
نہ ترے ستم کو سمجھا نہ ترے کرم کو دیکھا

مری سرنوشت دیکھی تو تڑپ اٹھے فرشتے
یہ لکھی گئی ہے جس سے نہیں اس قلم کو دیکھا

تجھے کیا خبر ہے کیسی ہے یہ میری زندگانی
نہ مری خوشی کو دیکھا نہ مرے الم کو دیکھا

کہیں سانس سانس گن کر بھی کٹی ہے تلخ جانی
کبھی طے نہ ہو گی منزل جو قدم قدم کو دیکھا

ترا شکر ہے الٰہی رہا دل کا دل سے پردہ
نہ کسی کو ہم نے دیکھا نہ کسی نے ہم کو دیکھا

اسی خارزار میں تھی مری راحتوں کی دنیا
یہ تھی میری کوتہ بینی نہ فریبِ غم کو دیکھا

ترے ہوش کھو رہا ہے یہ فراق دیر و کعبہ
ابھی اس کے گیسوؤں کے نہیں پیچ و خم کو دیکھا

میرا گیت سننے والے میرے دل کی لے نہ سمجھے
کبھی تال سُر کو دیکھا کبھی زیر و بم کو دیکھا

روشن دین تنویر

تعلیم القرآن

(والدین کی ذمہ داری)

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) فرماتے ہیں :

” اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے ۔ انہیں اس کے لئے خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا ۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآن کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا ۔“

(خطبہ جمعہ الفضل ۳ ، فروری ۱۹۶۶ء)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

نون سین

لاہور

عجائب گھروں میں انسان صدیوں کی تاریخ کو اپنے سامنے پاتا ہے۔ مختلف قسم کی چیزیں جو مختلف زمانوں میں استعمال کی جاتی ہیں ان کے نمونے کتابوں اور مخطوطات کے نمونے اور ایسی ہی دیگر متعدد چیزیں تاریخ کو انسان کے سامنے لا کھڑا کرتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص عجائب گھر ہی سے متعلق ہو اور وہیں کام کرتا ہو تو اسے تو تاریخ روزانہ اپنی سیر کراتی ہو گی۔ طارق مسعود صاحب جو لاہور کے عجائب گھر سے متعلق ہیں نے لاہور کے متعلق مورخین مصنفین اور شعراء کے خیالات جمع کر کے ڈان (انگریزی روزنامہ) میں شائع کئے ہیں۔ آپ بھی یہ جھلکیاں دیکھیں۔

وہ کہتے ہیں کہ لاہور ایک ایسا شہر ہے جو نہ صرف تاریخ اور آرکیالوجی کے طلباء کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتا ہے بلکہ عام لوگوں اور سیاحوں کے لئے بھی بہت ہی دلچسپ باتیں پیش کرتا ہے جن میں مقامات اور چہرے خاص طور پر شامل ہیں۔ یہ زندگی سے بھرپور جذبے کا حامل ہے اور دسیوں لاکھ افراد کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ یہاں پاکستان سے بھی بہت سے لوگ آتے ہیں۔ اور اسی طرح بیرونی ممالک سے بھی خاصی تعداد لاہور دیکھنے آجاتی ہے۔ یہ پاکستان کے سب سے پرانے شہروں میں سے ایک شہر ہے۔ کہتے ہیں کہ راجپوتوں نے یہ شہر بسایا تھا لیکن بعد میں وہ اسے چھوڑ گئے۔ اور ہندوؤں نے اس میں بسیرا کر لیا اور ان کے بعد مسلمانوں نے یہاں یلغار کی اور اسے فتح کر کے اس کی تعمیر نو کی۔ یہ بار بار تباہ ہوتا رہا ہے اس پر حملے کئے جاتے رہے ہیں یہاں لوٹ مار کا بازار گرم ہوتا رہا ہے۔ اور اس کی مرمت کر کے اس کو دوبارہ ویسے کا ویسا بنا دیا جاتا رہا ہے۔

۱۸۴۶ء میں انگریزوں نے اس پر قبضہ کیا اور آخر کار ۱۹۴۷ء میں پاکستان بننے کے بعد یہ شہر مکمل طور پر مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف مشہور شعراء مصنفین۔ مؤرخین اور سیاحت کرنے والے لوگوں نے اپنے اپنے وقت میں جیسا بھی اسے پایا اسے اپنی کتابوں میں درج کیا کہتے ہیں کہ ۱۱۰۰ء کے قریب ایک مسلمان شاعر مسعود ابن سعد ایک بہت بڑے زمیندار تھے اور بہت سی عمارتوں اور باغ روضے کے مالک تھے۔ انہیں سیاسی روابط کی وجہ سے قید کر دیا گیا تھا اور اس طرح وہ متعدد سال قید خانے میں رہے۔ قید خانے ہی میں انہوں نے ایک نظم کہی جس میں انہوں نے اپنے پیارے شہر لاہور کا ذکر کیا۔ وہ اس نظم میں کہتے ہیں

اے میرے پیارے شہر میرے بغیر تو کیسا لگتا ہے۔ تمہارے چمکتے ہوئے سورج کے بغیر تم کیسے ہو تمہارا نہایت پیارا بچہ تم سے چھین لیا گیا۔ اور وہ آہیں بھرتا اور روتا رہا۔ بتاؤ کہ تم کیسے ہو۔

ایک جگہ وہ کہتے ہیں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے تھوڑا سا کم خواب دے دے جس میں لاہور کی خوشبو بسی ہوئی ہو۔ ایک اور نظم میں انہوں نے لاہور کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

اے موسم برسات اور اے نہایت پُرمسرت وقت/ اے وہ وقت جو نہایت ظالم موسم گرما سے نجات دلاتا ہے/ تو ایک بہت بڑی بادلوں کی فوج لے کر آتا ہے/ ایسا لگتا ہے تو ایک بہت بڑے ہجوم کا رہنما ہے/ تمہاری ہلکی ہلکی ہوائیں نہایت دلپسند بارش لے کر آتی ہیں/ اور تمہاری ساری بارشیں تلواروں اور چاندی کی زنجیروں کی طرح ہیں۔ تمہاری گرجدار آواز یوں لگتا ہے کہ ڈھول کی تھاپ ہے

نظم کسی قدر لمبی ہے۔ آخر میں وہ کہتے ہیں

لاہور کا شہر اتنا خوش باش ہے کہ وہ لوگ جو شراب کے نشے میں دھت ہو جایا کرتے ہیں۔ وہ اپنی خوشیاں بھول جاتے ہیں۔

امیر خسرو جو ایک صوفی شاعر تھے اور تیرہویں صدی عیسوی کے آخری ایام میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے لاہور اور قصور کے متعلق کہا ہے کہ یہ ایک غیر آباد جگہ میں آبادی کا جزیرہ ہے۔

ابن بطوطہ جنہوں نے ملتان سے دلی تک کا سفر کیا اور جو چودھویں صدی کے دوران یہ سفر کر رہے تھے۔ وہ کسی وجہ سے لاہور نہیں آئے ہو سکتا ہے انہوں نے یہ سوچا کہ بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ لاہور کیا دیکھنا ہے۔

ایک فارسی کے شاعر نے جو سولہویں صدی میں پیدا ہوئے تھے انہوں نے کہا ہے کہ شیراز اور اصفہان کو اگر ملا دیا جائے تو یہ دونوں مل کر بھی لاہور نہیں بنا سکتے۔ یعنی لاہور جیسا سماں نہیں پیدا کر سکتے۔

امین احمد قاضی صاحب جنہوں نے "ہفت اقلیم" ۱۶۲۴ء میں لکھی تھی، لکھتے ہیں۔ اکبر کے وقت تک لاہور کچھ بھی نہیں تھا سوائے چند ایک الگ الگ جھونپڑوں کے۔

اکبر کے درباری ابوالفضل نے لکھا ہے (اور یہ بات انہوں نے آئین اکبری میں لکھی ہے)۔ لاہور ایک بہت بڑا اور گنجان آباد شہر ہے۔ اس میں قلعہ اور محل اینٹوں اور چونے کے بنے ہوئے ہیں اور جب کچھ عرصے کے لئے یہ شہر دارالخلافہ بنایا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی عمارتیں اور باغ جو نہایت شاندار تھے معرض وجود میں آئے تھے۔ یہ تمام لوگوں کا مرجع بن گیا۔ اور اکبر کی حوصلہ افزائی سے باغات ایران اور توران سے لا کر یہاں لگائے گئے تھے۔ جن میں انگور اور خربوزے (یا تربوز) ہوتے تھے انہی ایام میں سلک اور اون کی قالینیں بنی جانے لگیں۔ کہا جا سکتا تھا ان دنوں ایران اور توران کی ہر بہترین چیز یہاں میسر تھی۔

شہنشاہ جہانگیر نے ۲۰ نومبر ۱۶۲۰ء کو لاہور میں درود کیا۔ انہوں نے اپنی تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ اندرا نامی ہاتھی پر سوار ہو کر میں شہر کی طرف گیا اور راستے میں روپیہ پیسہ لٹاتا گیا۔ تین دن اور دو گھڑیوں کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں شاہی محل میں داخل ہوا۔ میں نہایت خوشی کے ساتھ اور اسے سعادت اور برکت سمجھتے ہوئے ہاتھی سے اترا اور اس عمارت میں ٹھہرا جو حال ہی میں مکمل کی گئی تھی۔ اس عمارت کے بنانے والے کا نام مامور خاں تھا۔ بغیر کسی مبالغے کے یہ عمارت اتنی خوبصورت تھی اور اتنی دلربا تھی کہ اس میں جو نشست گاہیں بنائی گئی تھیں وہ نہایت خوبصورت اور نقش و نگار سے سجائی گئی تھیں۔ باغ پھولوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور خوشبودار بیلیں خوشبو کا مزا دے رہی تھیں۔

ملکہ نورجہاں نے لاہور کے متعلق کہا "میں نے لاہور کو خرید لیا ہے اور یہ سودا میں نے اپنی جان دے کر کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے میں نے ایک اور بہشت خریدا ہے"

طالب عملی جو ۱۶۶۲ء میں فوت ہوئے اور شہنشاہ جہانگیر کے وقت میں موجود تھے۔ انہوں نے ایک نہایت خوبصورت روحانی طور پر وجد آور نظم لاہور کے متعلق لکھی

اے لاہور تیری تعریف کی جائے
اس کے پانی برکتوں سے معمور ہیں
یہ سونے اور نوجوانی کا ہدف ہے
اے لاہور تو تعریف کے قابل ہے
میں نہیں سمجھتا کہ ہفت اقلیم میں کوئی
جگہ اتنی خوبصورت ہو جتنا کہ لاہور ہے۔

سکندر سے یہ بات کہہ دی جائے کہ ابدی زندگی لاہور کے پانیوں سے ملتی ہے۔ یہ ایک نہایت خاموش شہر ہے جیسے پارہ اس کی خاموش فضاؤں میں ہل رہا ہو۔

شہنشاہ اکبر کے زمانے میں پرتگالی عیسائی مشنری گوا سے آئے اور انہوں نے لاہور کا شاہی دربار دیکھا انہوں نے اپنی رپورٹوں میں لاہور کے متعلق یہ بات لکھی۔ کہ یہ نہایت خوشیوں کا شہر ہے۔ ولیم فنچ جو ایک برطانوی تاجر تھا۔ اور جو لاہور ۱۶۱۱ء میں آیا۔ پرانے شہر کے متعلق کہتا ہے۔ کہ عمارتیں خوبصورت ہیں اور بلند اس نے ان کی کھڑکیوں کی تعریف کی ہے اور دروازوں کی بھی اور کہا ہے کہ اکثر دروازے سات سیڑھیاں چڑھنے کے بعد آتے ہیں۔ اور جو اگرچہ دروازے میں داخلے کو تو مشکل بناتے ہیں لیکن یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اس طرح مکانوں کی حفاظت زیادہ بہتر ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ پاس سے گزرنے والے کی نگاہ اندر تک نہ جا سکے۔

تھامس ہربرٹ بارٹ نے اپنے سفرناموں میں لکھا ہے کہ لاہور میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو قابل دید ہیں یہاں کے قلعے یہاں کے محل یہاں کی مساجد یہاں کے حمام اور ٹینک اور باغات۔ جہاں تک قلعے کا تعلق ہے بہت بڑا ہے اور بہت اچھی جگہ پر واقع ہے۔ اور بہت اچھی طرح بنایا گیا ہے۔ اس کے پتھروں کی نہایت صفائی کے ساتھ پالش کی گئی ہے۔

۱۶۱۴ء میں تھامس کوریارٹ (CORYART) سیاح کہتے ہیں کہ لاہور واقعی تعریف کے قابل ہے۔ اور ساری دنیا کے سب سے بڑے شہروں میں سے ایک ہے۔ ایک سپینش جس کا نام فرا سباسٹین مانریک SEBASTIAN MANRIQOE۔ جو لاہور ۱۶۴۱ء میں آیا نے لکھا ہے کہ آگرہ سے چلنے کے ۲۱ دن بعد طلوع آفتاب کے وقت ہمیں لاہور نظر آیا جو بہت بڑا ہے اور کھلا ہے۔ یہ ایک خوبصورت شہر ہے اور اس کی تمام چیزیں نہایت اعلیٰ درجے سے ترتیب دی گئی ہیں۔ بہت بڑے دروازے اور جب میں شہر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ گلیاں لوگوں سے بھری ہوئی ہیں۔

باقی صـ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یاد رفتگان

محترم سردار مصباح الدین صاحب

بشیر الدین سامی
(لندن)

پیارے اباجی سیالکوٹ کے دیہی علاقہ سے تعلق رکھتے تھے ۱۸۹۹ء میں پیدا ہوئے یکم اگست ۱۹۸۸ء کو کراچی میں وفات پا گئے اور وصیت کے مطابق بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئے ابتدائی تعلیم دیہات سے شروع ہوئی۔ اکثر شوقِ تعلیم انہیں سیالکوٹ لے جاتا۔ اسی اثناء میں جماعت سے متعارف ہوئے اکثر بڑی حسرت سے ذکر کرتے کہ گاؤں کی بود و باش اور شہری زندگی سے دور ہونے کیوجہ سے حضرت بانی سلسلہ کی سیالکوٹ آمد اور دعویٰ کا علم ہی نہ ہو سکا۔ جب حضرت مولوی نور الدین صاحب قدرت ثانیہ کے مظہر اوّل کے ابتدائی دور میں بیعت کا موقع پایا اور قادیان آئے۔ تو اس وقت کے قادیان کے ماحول کا ذکر وہ اس طرح کیا کرتے کہ قادیان آکر یوں لگتا تھا۔ جیسے کھانے کی میز پر دسترخوان بچھا ہے۔ ہر قسم کے پکوان موجود ہیں۔ سب ہی مہمان موجود ہیں۔ اور یوں لگتا تھا کہ اصل میزبان ابھی اٹھ کر باہر گئے ہیں۔ حضرت بانی سلسلہ کا ہر ایک رفیق موجود تھا۔ ہر محفل انہی کی تو تھی وہی گہما گہمی تھی مگر وہ خود اس دنیا میں موجود نہ تھے۔ یہ تھا وہ ماحول جس میں اباجی کو جماعت میں داخل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کی اپنی تحریر کے مطابق "عمر شعور کو پہنچنے پر ایسا ماحول پایا کہ احیاء دین کے چرچے سے فضا بھری ہوئی تھی۔ غلبہ دین کے لئے انصار دین خدمتِ دین کے لئے زندگی وقف کئے ہوئے تھے۔ اور والہانہ طور پر جان و دل لگائے ہوئے تھے۔ اس منظر سے متاثر ہو کر بے اختیار دل میں بھی جذبہ ابھرا کہ اپنی زندگی بھی خدمتِ دین میں وقف رہے۔ اس خواہش کی تکمیل کا وقت بھی میسر آگیا۔ عہد طالب علمی میں جبکہ ہائی کلاسوں میں پہنچ چکے تھے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثانی نے خطبہ جمعہ میں زندگی وقف کرنے کی پہلی تحریک فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت امام جماعت کی آواز پر لبیک کہا اور یوں وہ اس دور کے اولین واقفین زندگی کی صف میں شامل ہو گئے۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت صاحب نے واقفین کی فہرست میں سے دس طلباء کا انتخاب کیا اور ایک کلاس بنا کر ان کو تعلیمی تربیتی اسباق تعلیم کرنے شروع کئے۔ دو چار اسباق کے بعد ہی انہیں اور مولوی حکیم فضل الرحمن صاحب کو دوسرے طلباء سے مستثنیٰ کر کے فرمایا کہ تم دونوں کو تو میں جلد ہی کام پر لگانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کچھ مزید دینی معلومات کا کورس تجویز کیا۔ اور اساتذہ مقرر کئے۔ جب مناسب حد تک عبور ہو چکا تو ۱۹۲۲ء کی پہلی سہ ماہی میں مکرم حکیم فضل الرحمن صاحب کو مغربی افریقہ کے لئے روانہ کر دیا جہاں مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب نیر کام کر رہے تھے۔ اس طرح مکرم حکیم صاحب نئے واقفین میں سے پہلے واقف تھے جو بیرون ملک کے لئے روانہ ہوئے۔ اسی سال ۱۹۲۲ء کے دوسرے نصف میں اباجی کو لنڈن مشن کا چارج دے کر خدمتِ دین کے لئے بھجوا دیا گیا۔ اور آپ نئے واقفین میں سے دوسرے "واقف" تھے جو بیرون ملک روانہ ہوئے اس وقت مکرم مولوی مبارک علی صاحب بنگالی بحیثیت امام و انچارج مشن انگلستان تھے حضرت قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی کے اپنے قلم سے تحریر کردہ تعیناتی ارشاد کے مطابق اباجی نے مکرم مولوی مبارک علی صاحب سے چارج لیا۔ اپنے دورانِ قیام میں دیگر دینی مساعی کے علاوہ ایک خاص وفد جو مکرم بابو عزیز دین صاحب، میاں عبدالرحیم خالد (طالب علم) صاحبزادہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب۔ علی محمد عبداللہ صاحبزادہ سیٹھ "عبداللہ الہ دین آف سکندر آباد اور راجہ محمود احمد جنجوعہ (طالب علم) پر مشتمل تھا لے کر دعوتِ سلسلہ اور حضرت بانی سلسلہ کے تعارف کے لئے اس وقت کے شاہِ اردن جناب عبداللہ پاشا صاحب سے ملنے کے لئے گئے جو ان دنوں لندن آئے ہوئے تھے یوں ایک عرب حکمران کو دعوت سلسلہ پہنچانے کی توفیق پائی۔

اس دور کا ایک اہم واقعہ کرنل ڈگلس کو مشن ہاؤس سے متعارف کرنے کا تھا۔ تاریخی اعتبار سے یہ دلچسپ تلاش اس طرح ہوئی کہ اباجی نے بیان کیا کہ لنڈن میں ریٹائرڈ انڈین سروس کی ایک ایسوسی ایشن تھی جس کے ممبران کی ملن پارٹی ہوتی رہتی تھی۔ مکرم مولوی مبارک علی صاحب بھی لنڈن میں سینئر سول سروس کے ارکان میں تھے۔ ملن پارٹی میں جس میز پر وہ بیٹھے اس کے ساتھ کی میز پر دو ریٹائرڈ سول سروس کے افسر تھے ان کی میز مولوی صاحب کی میز کے اتنی نزدیک تھی کہ ان کی بات بخوبی مولوی صاحب کی سماعت میں آرہی تھی۔ ان دونوں نے آپس میں سوال کیا کہ کوئی ایسا واقعہ ذکر کیا جائے۔ جو دل پر دائمی اثر چھوڑ گیا ہو۔ تو ایک صاحب نے وہ واقعہ تفصیل سے بیان کرنا شروع کیا جو کہ عیسائیوں کی طرف سے حضرت بانی سلسلہ کے خلاف قتل کا مقدمہ دائر کرنے کا تھا۔ مولوی صاحب پوری توجہ سے سنتے رہے اور جان گئے کہ وہ صاحب کرنل ڈگلس ہیں۔ خورد و نوش کا وقت ختم ہوا۔ تو اٹھتے ہی مولوی صاحب نے ڈگلس صاحب سے اپنا تعارف کرایا اور پتہ دریافت کیا۔ لیکن ابھی ڈگلس صاحب سے رابطہ نہ ہوا تھا کہ مولوی مبارک علی صاحب امام مشن انچارج انگلستان کا چارج اباجی کو دے کر جرمنی چلے گئے۔ لیکن جانے سے پہلے وہ انہیں مذکورہ قصہ سنا گئے تھے۔ چنانچہ بعد میں اباجی کو یہ توفیق ملی کہ انہوں نے کرنل ڈگلس کو دعوت بھجوائی اور وہ پہلی بار مشن ہاؤس تشریف لائے اس وقت مشن ہاؤس ایک VILLA ہی تھا۔ ساتھ وسیع زمین تھی۔ اور اس میں پھل دار درختوں کا باغ تھا۔ ڈرائننگ روم میں چائے پی کر باغ میں ٹہلنے کو نکلے تو جماعت احمدیہ کا برطانیہ میں مشن قائم ہونے سے اس قدر متاثر ہوئے کہ ایک جگہ رک کر حیرت سے کہا "او۔ آپ لوگ یہاں بھی پہنچ گئے۔ اور عمارت بھی حاصل کر لی۔ حیرت ہے ایک ایسا شخص جو میری عدالت میں ملزم کی حیثیت سے پیش ہوا تھا۔ اس کے ماننے والے اتنے تھوڑے عرصہ میں ہمارے سمندروں کو چیر کر یورپ کو دینِ حق سے روشناس کرنے کے لئے آگئے ہیں؟"

حضرت بانی سلسلہ کی شخصیت کے بارے میں انہوں نے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔ "سنو! مولوی صاحب۔ جب سے میں نے ان کا چہرہ دیکھا ہے ان کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے ایسے جذب ہو چکی ہے کہ اب بھی جب کہ میں آپ سے مخاطب ہوں یوں لگتا ہے کہ میں انہیں بنفسِ نفیس اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ رہا ہوں۔"

یوں کرنل ڈگلس مشن ہاؤس سے متعارف ہوئے اور اس تعلق کو انہوں نے آنے والے بزرگانِ سلسلہ کے دور میں بھی قائم دائم رکھا۔ اباجی کے قیام لنڈن کے عرصہ میں ۱۹۲۴ء کا سال بڑا ہی اہم اور جماعت کے لئے ایک عظیم تاریخی واقعہ کے ظہور میں آنیوالا سال تھا۔ ۱۹۲۴ء کے شروع میں یا کچھ وقت پہلے حضرت مولوی عبدالرحیم نیر صاحب جو کہ نائیجیریا مغربی افریقہ میں ۱۹۲۱ء سے کام کر رہے تھے۔ رخصت پر وطن واپس لوٹے تو رستہ میں لنڈن ٹھہرے۔ گرم ملک اور جانفشانی سے کام کرتے ہوئے ان کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی۔ لنڈن پہنچ کر بحالیٔ صحت کے لئے کچھ وقت لنڈن ٹھہرنے کی مرکز سے اجازت چاہی جو منظور ہو گئی۔ اس وقت تک اباجی ہی امام و انچارج انگلستان تھے وہ لکھتے ہیں کہ "دراصل اپنی اہلیت کے لحاظ سے حضرت نیر صاحب ہی اس ذمہ داری کے اہل تھے۔ حضرت نیر صاحب کا عارضی قیام دراز ہونے لگا تو مرکز نے انہیں امام اور مربی انچارج مقرر کر دیا۔ اور اباجی نائب مقرر ہو گئے۔ اسی دوران موسم خزاں میں ویمبلے نمائش ہونے کا ذکر ہو گیا نمائش کے منتظمین نے ہمارے مشن ہاؤس سے رابطہ پیدا کیا اور ایک مذہبی پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی۔ حضرت نیر صاحب نے اپنی بساط کے سامنے یہی مناسب سمجھا کہ ایسے اہم موقع پر اصل اہمیت والا وجود حضرت امام جماعت مظہر ثانی کا وجود ہی ہے۔ اس تجویز کے مؤید اباجی تھے۔ ادھر تصرف الٰہی بھی کام کر رہا تھا کہ باقی انگلستان کے رفقاء میں سے بھی اور مؤید ہو گئے کہ اس مذاہب کانفرنس کے موقع پر حضرت امام جماعت کو لنڈن مدعو کیا جائے۔ چنانچہ اس موقعہ پر ایسا تاریخی واقعہ بھی ظہور میں آیا جس کے تحت بیت الفضل لندن کی سنگ بنیاد رکھی گئی۔ اباجی کہتے تھے کہ اس عظیم تعمیر سے پہلے مشن کے کام کی صورت جبکہ PIONEER کی تھی۔ اب مشن کا وجود سطح زمین سے اچھل کر اوپر کی فضاء میں بسنے والا دنیا میں آگیا۔

بیت الفضل کی بنیاد اور دیگر اہم خدماتِ دینیہ بجا لانے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ جب واپس قادیان تشریف لے گئے تو حضرت نیر صاحب اور اباجی کو بھی ساتھ واپس چلنے کا ارشاد فرمایا۔ اور وہ قادیان تشریف لے گئے۔

قادیان واپس آنے کے بعد حضرت امام جماعت احمدیہ کے ارشاد کے مطابق لاہور کے مختلف طبقات کے اکابرین اور لیڈروں تک دینِ حق کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سپرد ہوا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں چیف جسٹس سر شادی لال جسٹس بخشی ٹیک چند۔ مسز نائیڈو جیسے مخالفین کو بھی ملے اور پیغام حق پہنچایا۔ حضرت صاحب کی خدمت میں جب اس سرگرمی کی رپورٹ پہنچی تو اپنے قلم سے "عزیزم" کے دلنواز لفظ سے مخاطب کر کے ایک خوشنودی کا خط لکھا۔ مکرم صوفی عبدالکریم صاحب اس وقت کے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے الفاظ

باقی صفحہ ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یادِ رفتگان

اپنے والدین کے مختصر حالاتِ زندگی تحریر کر کے بھیج رہی ہوں۔ ایک طویل عرصہ تک یہ خیال دامن گیر رہا کہ بغرضِ دُعا الفضل میں کچھ لکھنا چاہیئے لیکن ہمیشہ اپنی کوتاہ علمی اور کم مائیگی کا احساس غالب رہا۔ اب بار بار آپ نے لکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی تو مَیں نے بھی ہمت کر لی ہے۔

جہاں تک الفضل کے معیار کا تعلق ہے بلاشبہ یہ تعریف سے بالا ہے۔ آپ جیسے انسان کا بطور ایڈیٹر انتخاب حضور اقدس کی انسان شناسی کی ایک اعلیٰ وارفع مثال ہے آپ کا منظوم کلام نہایت دلفریب اور دلکش ہوتا ہے جو بارہا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے خراجِ تحسین حاصل کر چکا ہے اور یہ آپ کا انتہائی قیمتی سرمایۂ حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کام والی طویل زندگی عطا فرمائے۔ صحت و تندرستی کے ساتھ اور سکونِ قلب کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کر سکیں۔

اپنے تعارف کے طور پر بھی کچھ لکھنا مناسب ہوگا۔ مَیں نے ۱۷ سال جامعہ نصرت میں تدریس کا کام کیا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے فضلِ خاص سے لجنہ کا کام بھی حضرت سیّدہ اُمِّ متین صاحبہ کی زیر نگرانی کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔

اب گزشتہ پندرہ ماہ سے وقف کے سلسلہ میں گیمبیا میں مقیم ہوں اور نصرت ہائی سکول میں مَیں اور میرے شوہر محترم بشیر احمد صاحب تدریس کا کام کر رہے ہیں۔ وہ واپڈا سے بطور ڈائریکٹر ریٹائر ہوئے تو ہم دونوں نے حضور کی خدمت میں اپنا نام برائے وقف پیش کر دیا جو ازراہِ نوازش حضورِ اقدس نے منظور فرمایا۔

سکول کے کام کے علاوہ یہاں بھی دین کی خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔ مَیں لجنہ گیمبیا کی صدر ہوں اور بشیر صاحب زعیم اعلیٰ انصار اللہ ہیں۔ ان دونوں میدانوں میں کام کی بہت گنجائش ہے۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مقبول خدمتِ دین کی توفیق عطا فرمائے۔

خاکسار۔ بشریٰ بشیر (گیمبیا)

محترمہ زینب بی بی صاحبہ

۱۱ دسمبر ۱۹۸۷ء کی یخ بستہ رات کو قریباً ۱۲ بجے میری اماں جی کا وصال ہوا۔ وہ صبر و رضا اور عزم و ہمت کی ایک قابلِ رشک مثال تھیں۔ نیکی اور تقویٰ سے محبت اور جماعت سے وابستگی، مالی قربانی، سادگی اور استقامت ان کے کردار کے نمایاں اوصاف تھے۔

میری والدہ محترمہ ۱۹۳۵ء میں جب بیوہ ہوئیں تو خاوند کی وفات کے المناک سانحہ کے علاوہ چھ بچوں کی پرورش، تعلیم اور تربیت کا ہمت شکن بوجھ سر پر آپڑا۔ علاوہ ازیں چند ماہ کے بعد ایک آنے والے بچے کے تصور سے روح لرزاں تھی۔ نہ کوئی سرمایہ نہ کوئی جائیداد اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی ذریعہ آمد۔ اس بے بسی کے عالم میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا سہارا تھا۔ یقین کامل ہے کہ اس صابرہ شاکرہ خاتون نے اسی کا دامن تھاما ہوگا۔ اور وہی قادر و توانا مولا ان کی نصرت کو آیا ہوگا۔ ورنہ ایسی کڑی اور طویل آزمائش کی چکی سے زندہ بچ نکلنا بھی محال نظر آتا ہے۔ میرے سب سے بڑے بھائی میجر عبد الرحمٰن صاحب (حال مقیم سیالکوٹ) نے ابھی ایف۔ ایس۔ سی کے امتحان میں بیٹھنا تھا کہ اباجی کی وفات ہو گئی۔ میری سب سے چھوٹی بہن میمونہ صاحبہ ان کی وفات کے قریباً پانچ ماہ بعد پیدا ہوئی

ان نامساعد حالات میں میری اماں جی نے جس صبر و رضا نیکی اور تقویٰ سے یہ وقت گزارا وہ جاننے والوں کے لئے قابلِ رشک نمونہ تھا۔ ان کے عزم و حوصلہ کا اعتراف مکرمہ و محترمہ سیّدہ فضیلت بیگم صاحبہ نے بھی بارہا فرمایا۔

کبھی کسی قسم کا حرفِ شکایت ان کی زبان سے نہ سنا گیا۔ ہماری تعلیمی اور روزمرہ کی دیگر ضروریات اس طرح سکون اور پیار سے پوری کرتیں کہ ہمیں اپنی یتیمی کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ خود بھی بڑی باغیرت تھیں اور ہمیں بھی غیرت دینی کا درس دیا۔ نیکی کے اعلیٰ ترین معیار کو قائم رکھا اور بے شمار گھریلو پریشانیوں اور مصروفیتوں کے باوجود جماعت کے ساتھ ایک فعال اور مضبوط تعلق مرتے دم تک قائم رکھا۔ لجنہ کے کاموں میں بڑی محبت اور خلوص سے پیش پیش رہتیں سیکرٹری مال کا کام بڑی لگن سے کیا کرتیں ہر ماہ سب سے پہلے اپنا ہر قسم کا چندہ ادا کرتیں۔

اللہ تعالیٰ کے احسانِ عظیم سے وہ موصیہ تھیں۔ تدفین تو ان کی نامساعد حالات کی وجہ سے سیالکوٹ میں ہوئی تھی تاہم بہشتی مقبرہ میں ان کا کتبہ موجود ہے۔

علاوہ ازیں جنرل سیکرٹری کی اہم ذمہ داری کو بھی باحسن نبھایا۔ راتوں کو جاگ کر (اس لئے کہ دن کو گھریلو کام ہی سے فرصت نہ ملتی) سالانہ رپورٹ کی کئی کاپیاں بڑی مہارت اور نفاست سے تیار کرتیں۔ تاریخ لجنہ میں ان کا ذکر چند دینی خدمات کے ضمن میں موجود ہے۔

بیوگی کے بارہ سالہ کٹھن دور نے ان کی صحت پر بہت برا اثر ڈالا۔ پھر ۱۹۴۷ء کے المناک واقعات خاص طور پر میرے خالہ زاد بھائی میجر مسعود احمد شاہد کی دردناک وفات نے ان کے دل و دماغ پر بڑی گہری چوٹ لگائی اور وہ جسم جو اندر ہی اندر گھل چکا تھا ان حادثات کی تاب نہ لا سکا۔ صبر و استقامت اور حمیت و تقدس کی اس دیوی نے بڑی خاموشی سے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور اپنے مولا کے حضور حاضر ہو گئیں۔ ہم سب بڑے بہن بھائی اس وقت سیالکوٹ سے باہر تھے صرف ایک چھوٹا بھائی عبد المنان اور اس سے چھوٹی بہن میمونہ جو بالترتیب دسویں اور آٹھویں جماعت کے طالب علم تھے پاس تھے۔

قارئین کرام سے عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ میرے والدین کی بلندیٔ درجات کے لئے دعا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

بشریٰ بشیر۔

شیخ محمد عبد اللہ صاحب

میرے پیارے اباجی نے ۱۹۳۵ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ نصف صدی سے اوپر کا یہ واقعہ مجھے خواب کی طرح یاد ہے اس لئے کہ اس وقت مَیں صرف چھ سال کی تھی۔ ویسے بھی میرا اور ان کا ساتھ بہت کم تھا اس لئے کہ انہوں نے اپنی ملازمت کا تمام زمانہ برما میں گزارا، صرف اپنی رخصت گزارنے وہ سیالکوٹ آیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کے درجات کو بلند تر فرماتا چلا جائے۔

آج انہی کی فطری نیکی اور سعادت کی بدولت نہ صرف ہم سب بہن بھائیوں کو احمدیت جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہے بلکہ اپنے خاندان کو احمدیت سے روشناس کروانے کا اعزاز بھی انہیں کو حاصل ہے۔

میرے اباجی ابھی طالب علم تھے کہ ان کی نظر سے ایک اشتہار گزرا جس میں حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے ایک تباہ کن زلزلہ کی پیشگوئی فرمائی تھی اپنے ہم جماعتوں کے درمیان جب یہ اشتہار پڑھا تو فرمایا کہ دیکھیں یہ پیش خبری کب اور کیسے پوری ہوتی ہے؟ چند ہی ماہ بعد اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ کانگڑہ وغیرہ کی تکلیف دہ تباہی کی خبر شائع ہوئی تو آپ بلا تاخیر ہوئے قادیان روانہ ہو گئے حضرت بانیٔ سلسلہ کے روئے تاباں کو دیکھتے ہی گھائل ہو گئے اور سچائی کے اعتراف کے طور پر بلا تامل احمدیت قبول کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

قبولِ حق کے بعد آپ کے کردار میں ایک نمایاں تغیر پیدا ہونے لگا۔ آپ کی اس پاک تبدیلی کے زیرِ اثر آپ کے والدِ محترم اور بعد ازاں والد کے دو بھائیوں نے بھی احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

اباجان نے چند برس اپنے اہل و عیال کو اپنے پاس برما میں رکھا لیکن جب

باقی صـ۶ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کا خط ملا

مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب لکھتے ہیں:

۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کے پاکستان ٹائمز میں شکاگو (امریکہ) سے آمدہ ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جس میں درج ہے کہ کرسمس کے گذرے ہفتہ کے دوران امریکہ میں سڑکوں کے حادثات میں ۳۴۵ افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ ایسے حادثات کم و بیش ہر ملک میں جہاں عیسائیوں کی کثرت ہے اور وہاں کرسمس کا تہوار دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ اس مذہبی تقریب کا لازمہ ہیں۔ نئے سال کی تقاریب پر بھی نیشنل سیفٹی کونسل کے تخمینہ کے مطابق ۲۵۰ اور ۳۵۰ کے درمیان ایسی غیر طبعی اموات واقع ہوتی ہیں۔ یقیناً یہ بہت بڑی تعداد ہے جس کو بچایا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ ان ممالک میں شراب پر کوئی پابندی نہیں۔ نہ مذہبی نہ قومی۔ ٹرانسپورٹ زیادہ تر سڑک اور شاہراہوں پر چلنے والی گاڑیاں چلانے والے۔ ذاتی یا قومی گاڑیوں کے مالک اور ڈرائیور سبھی شراب کے نشہ میں مخمور۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں یا آمنے سامنے سے آنے جانے والی گاڑیوں سے ٹکرا جاتے ہیں۔ عام حالات میں تو شاہراہوں پر مامور حفاظتی عملہ مقررہ جگہوں پر مقیم ہوتا ہے۔

گاڑیوں کی رفتار جو قانون نے مقرر کر رکھی ہے۔ اس سے زیادہ رفتار میں چلنے والی گاڑی کا چالان کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی چیک کر لیتا ہے کہ ڈرائیور کے ہوش و حواس تو قائم ہیں۔ یعنی شراب پینے پر تو کوئی پابندی نہیں۔ لیکن انہیں یہ ضرور دیکھنا ہوتا ہے کہ کسی نے اتنی شراب تو نہیں پی کہ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا ہے۔ وہ اپنے آپ پر قابو پانے سے قاصر ہو چکا ہو۔ اس کے لئے وہ خاص ذرائع و وسائل استعمال کرتے ہیں۔ ایک تو وہ یہ نوٹ کر لیتے ہیں کہ گاڑی چلتے چلتے لڑکھڑا تو نہیں رہی۔ کیونکہ شراب میں دھت ڈرائیور کا ہاتھ مضبوطی سے سٹیئرنگ پر گرفت نہیں کر سکتا۔ اور بجائے تیر کی طرح سیدھی چلنے کے شرابی کی کار ادھر ادھر ہو کر راستے سے بھٹکتی رہتی ہے۔ اس کے علاوہ چونکہ زیادہ پینے والے اشخاص کا دماغی توازن متاثر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنی توجہ کو یکسوئی سے مرتکز نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی اسکی شناخت کرنے کی حس قائم رہتی ہے۔ اس لئے وہ مختلف سکوں میں۔ ڈالر۔ پچاس سینٹ پچیس سینٹ۔ دس اور پانچ سینٹ میں تمیز کرنے کی اہلیت کھو چکتے ہیں۔ پولیس والا کار کو کھڑی کر کے۔ ڈرائیور کے سامنے ایسے متعدد سکے رکھ کر اسے خاص سکے شناخت کرنے کو کہتا ہے۔ اور جب وہ ان میں تمیز نہیں کر سکتا۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے دماغ پر شراب کا اثر ہے۔ اور یہ کیفیت قانونی طور پر قابل گرفت ہے۔ یہ تو عام دنوں کی بات ہے۔ کرسمس اور "نیو ایئر" پر تو قانون نافذ کرنے والے کارکن خود بھی مخمور ہوتے ہیں اس لئے چھوٹے بڑے سبھی شراب میں مخمور" موت" کی آواز پر لبیک کہتے "سڑک سوار" ہوتے ہیں۔ اور "ام الخبائث" کی بے راہ روی کا شکار ہوتے ہیں۔ سوچنے والی بات یہ ہے کہ سب کو معلوم ہے کہ شراب کی کثرت۔ اموات کو دعوت دیتی ہے۔ لیکن شراب کو ترک کرنے کا خیال کسی کو نہیں آتا۔ بلکہ اسے شخصی آزادی اور پسند کا لازمہ قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور ملک میں ایسا کوئی قانون نہیں بنتا جس سے اس پر پابندی لگائی جا سکے۔ ایک وقت تھا جب مجلس منتظمہ نے شراب پر پابندی لگا دی تھی۔ لیکن اس پر عمل کروانا اس کے بس کا روگ ثابت نہ ہو سکا۔ اور حکومت کو مجبوراً اس قانون کو منسوخ کرنا پڑا۔ یہ تو ملکی قانون اور حکومت کا معاملہ ہے۔ دوسری طرف مذہب کی اخلاقی اور روحانی اقدار اور طاقت دیکھئے۔ اسلام کے ظہور سے پہلے عربوں میں غالباً دنیا کی باقی سب اقوام سے زیادہ شراب پی جاتی تھی۔ انفرادی طور پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی اور مجلسی انداز میں بھی شراب پینا عظمت کی نشانی سمجھی جاتی تھی۔ شراب کے مشکوں کے مٹکے استعمال ہوتے تھے۔ اور مجالس کا یہ لازمی حصہ سمجھا جاتا تھا۔ گویا شراب ان لوگوں کی گھٹی میں شامل ہو چکی تھی۔ اسلام کا ہر حکم کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ قطعی طور پر کوئی حکم دینے سے پہلے اسلام ہر مسئلہ اور حکم سے متاثر ہونے والے لوازمات کا جائزہ لیتا ہے۔ اور اس طرح عقل اور دانش پر پرکھنے کے بعد اسے رائج فرماتا ہے۔ یہی شراب کی حرمت کا معاملہ دیکھ لیں۔ پہلے اسلام نے فرمایا کہ شراب اور جوئے میں کچھ فوائد بھی ہیں لیکن فوائد کے مقابلہ میں اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ اور جب حسن و قبح پر بحث کر لی تو شراب کو ممنوع قرار دے دیا۔ اور جب شراب کے حرام ہونے کے بارہ میں وحی نازل ہوئی۔ تو مدینہ کی گلیوں میں اعلان ہوا کہ شراب کا استعمال قطعی طور پر حرام ہے۔ اس اعلان کا ہونا تھا کہ اسی لمحہ وہ لوگ جو گھروں میں جشن کے رنگ میں شراب پی رہے تھے۔ انہوں نے یہ آواز سنتے ہی شراب سے بھرے ہوئے مٹکے توڑ دیئے۔ یہ ہے فرق ملکی اور الٰہی احکامات کا۔ دنیا کے تمام مذاہب ممالک اور قومیں زور لگا چکی تھیں اور لگا رہی ہیں کہ لوگ شراب کا استعمال نہ کریں لیکن وہ رائے عامہ کو اپنے حق میں ہموار نہ کر سکے۔ بلکہ اپنے آپ کو بے بس سمجھتے ہیں۔ کوئی ملکی قانون انہیں ان کے روایتی حق سے محروم نہیں کر سکتا۔ اور لوگ دھڑا دھڑ نشہ میں مخمور موت کا شکار ہو رہے ہیں۔ صرف مذہبی اور روحانی قانون ہی اس لعنت کو ختم کر سکتا ہے۔ اسلام نے جن برائیوں کا قلع قمع کیا ہے۔ ان میں شراب کے استعمال پر پابندی سرفہرست ہے ::

دوسری صدی اور ہمارا زادِ راہ

قمر داؤد کھوکھر

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "دین خیر خواہی کا نام ہے"، اور یہی خیر خواہی دین کی اصل روح اور اس کا مغز ہے۔

سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ ان پاک وجودوں میں سے ہیں جو خیر خواہی کے بلند تر مقام پر فائز کئے جاتے ہیں۔ آپ نے ایک صدی قبل خدائی حکموں کے تحت ایک پاک جماعت کا قیام فرمایا تھا۔ اپنی اس جماعت کی خیر خواہی کا خیال ہر دم آپ کو رہتا تھا۔ اپنی تحریرات کے ذریعہ کلام و گفتگو میں نصائح کے ذریعہ اور سب سے بڑھ کر اپنے عملی نمونہ کے ذریعہ اپنی جماعت کی خیر خواہی کے طالب رہتے تھے۔

۱۸۹۷ء وہ سال ہے جب جماعت احمدیہ کے قیام پر ۸ سال گزر چکے تھے اس سال دسمبر کے آخری ہفتہ میں جماعت احمدیہ کا حضرت اقدس بانی سلسلہ کی زندگی میں جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا تھا۔ ۲۵ دسمبر کا دن تھا حضور اقدس نے اس جلسہ کی پہلی تقریر کا آغاز ان الفاظ میں فرمایا:۔

" اپنی جماعت کی خیر خواہی کے لئے زیادہ ضروری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ تقویٰ کی بابت نصیحت کی جاوے۔ کیونکہ یہ بات عقلمند کے نزدیک ظاہر ہے کہ بجز تقویٰ کے اور کسی بات سے اللہ تعالےٰ راضی نہیں ہوتا"۔ (ملفوظات جلد اوّل (جدید) صـ۷)

حضور کے ان کلمات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو بنیادی طور پر دو باتیں سامنے آتی ہیں۔ اوّل یہ کہ جماعت احمدیہ کی خیر خواہی کے لئے سب سے ضروری اور اہم بات تقویٰ ہی ہے اور دوسرے یہ کہ بجز تقویٰ کے خدا راضی نہیں ہوتا۔

جماعت کے لئے تقویٰ کیوں ضروری ہے اسی سلسلہ میں سیدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا یہ فرمان ہماری رہنمائی کرتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

" ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی رُو بہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں"۔ (ملفوظات جلد اوّل صـ۷)

باقی صـ۸ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: سردار مصباح الدین

تھے" کہ میں اپنی تمام خدمات کی کارکردگی آپ کے نام کرنے کو تیار ہوں۔ کہ حضرت صاحب نے جس خوشنودی کا آپ سے اظہار کیا ہے۔ وہ خوشنودی مجھے حاصل ہو جائے"۔ پھر مشاورت کے موقع پر بھی حضرت صاحب نے اس کارکردگی پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

قدرت ثانیہ کے مظہر ثانی نے بعد میں اپنا پرائیویٹ سیکرٹری مقرر کیا اور جماعتی ڈاک کی تعمیل کا کام سپرد کر دیا۔ یہ ذمہ داری ابھی چل ہی رہی تھی کہ جامعہ احمدیہ کا قیام عمل میں آگیا اباجی لکھتے ہیں۔

"گرچہ خوردیم نسبتے است بزرگ۔ حضرت صاحب نے مجھے بھی جامعہ احمدیہ کے اساتذہ میں شامل فرما دیا۔ یوں جامعہ احمدیہ کے پہلے سٹاف کے ارکان۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحب۔ حضرت میر محمد اسحٰق صاحب حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب اور حضرت مولوی ارجمند خان صاحب کے رفیق کار ہونے کا شرف حاصل ہو گیا"

ایک اور خدمت جس سے اباجی کی روح نے ہمیشہ راحت و تازگی پائی وہ مہمان خانہ حضرت بانی سلسلہ میں کام کرنے کی تھی یوں وہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب کی زیر نگرانی مہمان خانہ کے کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

ایک قابل ذکر خدمت جس کی توفیق پائی وہ بیت الاقصیٰ قادیان میں ہفتہ وار اجلاس کے انعقاد کا اہتمام تھا۔ جن خوش نصیب صاحبوں نے حضرت بانی سلسلہ کی زیارت اور صحبت پائی ہوئی تھی وہ باری باری مسرور بخش باتیں سناتے۔ ایک جلسہ میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے تقریر فرمائی۔ ڈاکٹر صاحب حضرت بانی سلسلہ کے گھر کے فرد تھے۔ اور عاشق تھے۔ ان کے منہ سے ایسے انداز سے ذکر اثر ڈال رہا تھا۔ کہ اس وقت ایسا سماں محسوس ہوتا جیسے حضرت بانی سلسلہ کی ہی صحبت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اباجی لکھتے ہیں۔ کہ ڈاکٹر صاحب نے مجھ عاجز پر اظہار خوشنودی کیا اور اس خوشنودی کی بناء پر حاضرین کے سامنے حضرت بانی سلسلہ کی متبرک شال مجھے عطا کی۔ (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں) یہ میرا نصیب خاص ہے۔ کہ جن کپڑوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے کہ بادشاہ ان سے برکت ڈھونڈیں گے ان کپڑوں میں سے ایک اس عاجز فقیر کا بھی ہو گیا" اس سرخ شال کا ذکر "تذکرہ" میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ اباجی کے درجات کو ہر لحظہ ترقی دیتا چلا جائے۔

بقیہ: شیخ عبداللہ

محسوس کیا کہ دنیوی تعلیم تو یہاں ممکن ہے لیکن دینی تعلیم و تربیت مشکل! تو ہم پانچ بہن بھائیوں کو سیالکوٹ بھجوا دیا۔ اس وقت میری عمر صرف چھ ماہ تھی اور میرے سب سے بڑے بھائی جان میجر عبدالرحمان صاحب (حال مقیم سیالکوٹ) کم و بیش بارہ سال کے تھے۔

ابا جان نے اپنا عرصۂ ملازمت مثالی دیانت داری سے گزارا۔ لہٰذا ۱۹۳۵ء میں جب آپ کی وفات ہوئی تو کوئی سرمایہ نہ تھا۔ نہ ہی کوئی زمین اور جائیداد صرف ایک معمولی گھر تھا۔ جس میں بیوہ خاتون نے اپنے معصوم بچوں کے ساتھ نہایت غیرت اور عزت کے ساتھ اپنا سر چھپایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ایسے سامان پیدا کر دیئے کہ ہم سب بہن بھائی تعلیم حاصل کر کے دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ سیرت انسان کی نیکی اور سعادتمندی کو شرف قبولیت بخشا اور اس کی اولاد کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ نیک انسان کی اولاد بطور صدقہ جاریہ با عزت طور پر زندہ رکھی جاتی ہے تا اللہ تعالیٰ اپنے حسن و احسان کی صفت کو اپنے بندوں پر ظاہر فرمائے کہ کس طرح وہ اپنے نیک بندوں کی معمولی قربانیوں کو شرف قبولیت عطا فرماتا ہے۔

اے میرے پیارے خدا! تو میرے اباجی کو اعلیٰ مقامات عطا فرما۔ اور ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرما۔ آج اپنے والدین کی پاکیزہ فطرت اور نیک تربیت کے باعث ہمارا شمار بھی احمدیوں میں ہو رہا ہے۔ اے میرے پیارے آقا! تو ہمیں اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما تا کہ ہم بھی اپنے بعد نیک اولاد بطور نیک نام چھوڑ کر تیرے حضور حاضر ہو سکیں

بقیہ: شذرات

اسی طرح انگریزی زبان کے شاعر ملٹن نے کہا ہے کہ لاہور کا شہر ان شہروں میں شامل ہے جنہیں حضرت آدم نے جنت کی پہاڑیوں پر کھڑے ہو کر دیکھا۔ اور رڈیارڈ کپلنگ جو لاہور میں ایک اخبار کے ایڈیٹر بھی تھے نے لکھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں انہوں نے اپنا بچپن کھیلتے ہوئے اور خوابیں دیکھتے ہوئے گزارا۔ اس وقت وہ زمزمہ کے گرد گھوما کرتے تھے۔

جسے اب ادبی دنیا میں "کم کی توپ" کہا جاتا ہے یہی وہ جگہ ہے جہاں انہوں نے اپنا صحافیانہ کیریئر شروع کیا۔ یہاں پر ایک عمارت کے دروازے پر سول اینڈ ملٹری گزٹ کی تختی لگی ہوئی تھی۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ کپلنگ نے ۱۸۸۲ء سے ۱۸۸۷ء تک یہاں کام کیا اب بھی بہت سے لوگ لاہور کو دیکھتے ہیں اور مختلف جہات سے اس کی تعریف کرتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ لاہور کالجوں کا شہر ہے۔ یہ گنبدوں اور میناروں کا شہر ہے۔ یہ پھولوں اور باغات کا شہر ہے یہ اچھے اچھے بنگلوں کا شہر ہے۔ یہ فلموں کا شہر ہے اور ایکٹر اور ایکٹرسوں کا شہر ہے یہ بازاروں اور بڑے بڑے دروازوں کا شہر ہے اور یہ لاہور کھیلوں کا میدان ہے۔ پنجابی میں عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ جس نے لاہور نہیں دیکھا وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ لاہور ہمیشہ سے ایک خاص اہمیت کا حامل رہا ہے۔

یہی وہ جگہ ہے جہاں پر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو قرارداد پاکستان منظور کی گئی تھی۔ اس وقت اس جگہ کا نام منٹو پارک تھا اور اسی پر مینار پاکستان تعمیر کیا گیا ہے

اگرچہ آج کا لاہور پہلے ان تمام لاہوروں سے مختلف ہے۔ جن کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں کچھ شک نہیں معاشرتی طور پر اقتصادی طور پر اور صنعتی طور پر اور تعلیمی طور پر اور سیاسی طور پر یہ پاکستان کا مرکز ہے۔ چونکہ یہ شہر تقریباً ملک کے درمیان میں ہے اور مختلف مقامات کے ساتھ سڑک یا ریل یا ہوائی جہاز کے ذریعے ملا ہوا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ لگانا آسان کام نہیں۔

اخبار احمدیہ

درخواست دعا

○ مکرمہ سیدہ رشیدہ بیگم اہلیہ مکرم سید نذیر احمد شاہ صاحب آف ماڈل کالونی کراچی پتہ کی تکلیف سے علیل ہیں صحت بہت کمزور ہو چکی ہے۔

○ مکرم ملک محمد دین صاحب خادم کارکن دفتر کمیٹی آبادی ربوہ کی بیٹی عزیزہ صفیہ صاحبہ کچھ عرصہ سے بیمار ہیں۔ نیز ان کے نواسے سفیر احمد کا اپریشن لاہور کے ایک ہسپتال میں ہوا ہے۔

○ مکرم کیپٹن عزیز احمد صاحب کھوکھر دارالرحمت شرقی (ب) کی نظر بند ہو گئی ہے ان کا ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں آنکھوں کا اپریشن ہوا ہے۔

○ مکرم چوہدری رشید احمد صاحب کبیر لاہور میں بعارضہ قلب شدید بیمار ہیں

○ مکرم احمد عمر مرزا صاحب علامہ اقبال ٹاؤن لاہور کی اہلیہ صاحبہ بیمار ہیں۔

احباب ان سب کے لئے دعا کریں۔

تقریب شادی

عزیزہ امۃ الشکور طلعت صاحبہ بنت ملک محمد اعظم صاحب زعیم انصاراللہ دارالعلوم غربی ربوہ کے نکاح کا اعلان عزیز شیخ شمس الحق ضیاء صاحب ابن شیخ عبدالحق عابد صاحب کارکن دفتر وصایا صدر انجمن احمدیہ کے ہمراہ بعوض دس ہزار روپے حق مہر مکرم چوہدری مبارک مصلح الدین احمد صاحب نے مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۸۹ء بروز جمعہ بعد نماز عصر بیت المبارک میں فرمایا۔ ۳۰ دسمبر کو بعد نماز عصر تقریب رخصتانہ عمل میں آئی مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب سابق مربی امریکہ نے دعا کروائی۔ یکم جنوری ۱۹۹۰ء کو مکرم شمس الحق صاحب نے دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا جس میں کثیر تعداد میں احباب نے شرکت فرمائی۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو فریقین کے لئے خیر و برکت کا موجب بنائے۔

- مکرم لطف الرحمن شاکر صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ کی صاحبزادی عزیزہ مکرمہ صبغۃ الرحمن صاحبہ کی شادی ہمراہ عزیز مکرم طاہر عدنان صاحب حال جرمنی ابن مکرم پیر محمد عالم صاحب آف گولیکی حال لندن بتاریخ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۹ء کو انجام پائی۔ تقریب رخصتانہ میں تلاوت قرآن کریم مکرم حافظ احسان اللہ صاحب نے کی۔ جس کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب ایڈیشنل صدر مجلس تحریک جدید انجمن احمدیہ نے دعا کرائی تقریب میں افراد خاندان حضرت بانی سلسلہ و خواتین مبارکہ نے شرکت کی۔

احباب کرام سے اس رشتہ کے ہر لحاظ سے مبارک و مثمر بثمرات حسنہ ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بقیہ: دوسری صدی اور ہمارا زادِ راہ

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ نام ہے برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کی طرف قدم بڑھانے کا، اخلاقِ رذیلہ سے پرہیز کرنے اور اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرنے کا اور اسی طرح انسان کی روحانی خوبصورتی اور دلوں کی صفائی کا نام تقویٰ ہے اسی لئے فرمایا کہ خدا کی نظر انسان کے قلب پر ہوتی ہے اور دلوں کا تقویٰ ہی خدا کے نزدیک قدر وقیمت رکھتا ہے۔

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ نے متعدد مقامات پر اپنی تحریرات میں گناہوں کو ایک زہر اور برائیوں کو آفات قرار دیا ہے۔ ان زہروں اور آفات سے انسان اس وقت تک نہیں بچ سکتا جب تک کہ وہ تقویٰ کی راہوں پر قدم نہ مارے۔

آج ان زہروں اور آفات کی کثرت کے دور میں ہمارے لئے اگر کوئی مطمحِ نظر ہے تو وہ تقویٰ ہے اور خدا کی رضا کی راہوں پر قدم مارنے کے لئے اگر کوئی ہمارا زادِ راہ ہے تو وہ تقویٰ ہی ہے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے سرپر ایک بار پھر اس بات کا اعادہ فرمایا ہے جو گذشتہ صدی کے سرپر سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ نے اپنی جماعت سے فرمائی تھی۔ حضور ایدہ اللہ نے کئی ایک خطبات میں دوسری صدی کے حوالے سے تقویٰ کو اختیار کرنے اور تقویٰ کی راہوں پر چلنے کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی ہے۔ ایک خطبہ جمعہ میں حضور نے فرمایا۔

"جماعت احمدیہ جس دوسری صدی میں داخل ہوئی ہے یہ اس کا پہلا سال گزر رہا ہے۔ اور جماعت کی دوسری صدی کا ایک لمبا سفر کھلا پڑا ہے۔ قرآنِ مجید سفر پر زادِ راہ ساتھ لے کر چلنے کی ہدایت فرماتا ہے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

پس چونکہ ہم نے اور ہماری نسلوں نے اسی صدی میں لمبے سفر کرنے ہیں اور بہت سی منازل سر کرنی ہیں اسی لئے اس موقعہ پر میں جماعت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرا دینا چاہتا ہوں کہ تقویٰ کی زادِ راہ کے سوا ہم ایک قدم بھی منزل کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔ تقویٰ کا زادِ راہ تمام قسم کی ضرورتوں پر حاوی ہے اور اس کے بغیر ہم ایک سانس بھی نہیں لے سکتے (تلخیص از خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱، اگست ۱۹۸۹ء)

خدا کرے کہ ہمیں دوسری صدی کے اس طویل سفر میں تقویٰ کا زادِ راہ ہمیشہ میسر رہے اور ہمارے توشہ دان تقویٰ سے ہمیشہ بھرے رہیں۔

آئیے ہم نیکیوں میں شراکت کیلئے دنیا کے تمام مذاہب سے رابطہ پیدا کریں، اور مل جُل کر دنیا کو امن کا گہوارہ بنا دیں، نیکیوں میں اشتراکِ عمل ہی ہم سب کے دل کے سکون اور اطمینان کا باعث بن سکتا ہے۔

خبریں

مُلکی خبریں

○ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ مسٹر نواز شریف نے جرائم کے واقعات کے خاتمے اور صوبے میں پولیس انتظامیہ کی کارکردگی بہتر بنانے کیلئے ایک اینٹی کرائمز مہم شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اُنہوں نے لاہور سے ۳۷ میل کے فاصلہ پر بھائی پھیرو میں اپنے ہیلی کاپٹر میں تھانے کا اچانک معائنہ کیا۔ اُنہوں نے غفلت برتنے پر ایس ایچ او اور محرّر کو معطل کر دیا اور انکے خلاف کاروائی کی ہدائت کی۔ اُنہوں نے ایک قیدی کی دردناک داستان سن کر اسے فوری طور پر رہا کر دیا۔

○ لاہور ہائیکورٹ کے روبرو ایک رٹ درخواست دائر کی گئی جس میں پولیس چوکی ٹانڈہ ضلع گجرات کے اے ایس آئی اور دو کانسٹیبلوں پر رات کے وقت شراب کے نشے میں دھت ہو کر ایک خاتون کے گھر زبردستی داخل ہونے اور اُسکی بہو کے ساتھ زیادتی کی کوشش کا الزام عائد کیا گیا ہے اور درخواست میں درخواست گذار کے داماد کو غائب کرنے اور اسے ہیروئن کے فرضی مقدمہ میں ملوث کرنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

○ صوبوں کو ابتدائی تعلیم علاقائی زبان میں دینے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ نئی تعلیمی پالیسی میں تنخواہوں میں اضافہ کیساتھ اساتذہ کے عزت و وقار اور حالات کار میں بہتری پیدا کی جائے گی۔ پرائمری تعلیم کے ضمن میں پنجاب کو عالمی اداروں کی طرف سے ملنے والے ۱۴۵ ملین ڈالرز کی رقم ادا کی جا چکی ہے۔ انگریزی تعلیم بدستور لازمی رہے گی نئی تعلیمی پالیسی ایجوکیشن کانفرنس کی سفارشات کی روشنی میں تیار ہو رہی ہے۔ ان سفارشات پر ملک کے تمام صوبوں سے آراء حاصل کی گئی ہیں۔

غیر مُلکی خبریں

○ مقبوضہ کشمیر میں حالات مزید بگڑتے جا رہے ہیں۔ مختلف علاقوں میں مزید ۷ مقامات پر بموں کے دھماکے کئے گئے۔ فوج کی فائرنگ سے ایک شخص ہلاک ہو گیا۔ مزید علاقوں میں کرفیو لگا دیا گیا۔ کرفیو والے علاقوں کی تعداد بڑھ کر ۱۶ ہو گئی ہے۔

○ امریکہ نے میامی میں آئرش ری پبلک آرمی کے چار ارکان کو گرفتار کر لیا ہے۔ جو سٹنگر اور زمین سے فضا میں مار کرنیوالے طیارہ شکن میزائیل خریدنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کینیڈا کا باشندہ ہے۔ ان لوگوں نے اعتراف کیا کہ وہ دہشت گردی کیلئے یہ میزائیل خرید رہے تھے۔

○ لبنان کی کابینہ نے ملک کی صورتحال پر غور کرنے کیلئے ایک خصوصی اجلاس منعقد کیا۔ لبنان کے صدر مسٹر الیاس ہراوی نے اجلاس کی صدارت کی۔ کابینہ نے امل ملیشیا اور حزب اللہ کے درمیان جنگ کے سلسلے میں خصوصی غور کیا۔ جس کے نتیجے میں حال ہی میں ۷۶ افراد ہلاک اور ۲۰۰ سو زخمی ہو گئے ہیں۔ اجلاس میں عیسائی لیڈر جنرل عون کو ہٹانے اور صدارتی محل سے نکالنے کی حکمتِ عملی پر بھی تبادلۂ خیال ہوا۔

○ ایرانی دارالحکومت تہران میں سینکڑوں خواتین نے جو سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اسلامی لباس کے حق میں مظاہرہ کیا اور مغربی ثقافت کے پھیلاؤ کو سختی سے روکنے کا مطالبہ کیا۔ خواتین نے امریکہ اسرائیل اور برطانیہ کے خلاف نعرے بازی کے ساتھ "مغربی طرزِ آزادی" کی مذمت بھی کی۔

بانی تنظیم خُدام الاحمدیہ نے فرمایا:-

ہر خادم کو کوئی نہ کوئی ہُنر آنا چاہیئے

(مہتمم صنعت و تجارت مجلس خُدّام الاحمدیہ پاکستان)

• نرینہ اولاد سے محروم • بے اولاد
• اٹھراء • سوکھا • گرمی
• گیس کا علاج کرنے والے

حضرت حکیم نظام جان کا

مشہور دواخانہ (رجسٹرڈ)
۳/۴۲ محمود آباد نزد شبینہ ڈاکخانہ **کراچی**

ہر ماہ کی ۱۹ر سے ۲۳ر تاریخ تک
حکیم عبد الحمید اعوان
مطب میں حاضر ہوتے ہیں